تبلیغِ اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استعمال کردہ مختلف انسانی ابلاغی صورتیں

عصمت آراء

ABSTRACT

Objective of the Divine message- Wahi, revealed on the Holy Prophet SAWW was to promote the message of Islam and to persuade the Arab Baddoos to embrace Islam by rejecting their old religion. That was the most difficult task. However taking into consideration the basics of "Dawah" and "Hikmah" the Holy Prophet SAWW presented his message in a difficult and aggressive environment. Initially he came across with stiff resistance, but due to his clear past of an AMIN and tenacity of commitment, he could achieve unprecedented success in a brief period of 23 years.

The Holy Prophet SAWW used different settings of human communication to dessiminate the Divine message, i.e. Interpersonal Communication, Public Communication and Mass Communication. Keeping in view the prevailing circumstances of that age this paper discusses different methods of communication used by the Holy Prophet SAWW with reference to credible sources and modes of human communication.

حضرت جبرئیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیسویں برس اللہ کا پیغام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سورۃ العلق کی ابتدائی آیات (١ تا ۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھائیں۔ پہلی وحی کا یہ نزول دعوتِ دین کے پھیلاؤ کی سرگرمی کا نقطۂ آغاز قرار پایا۔ وحی کے نزول کے ذریعے خالق حقیقی سے متعارف ہونا اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عوام الناس کو بھی خالق حقیقی سے آشنا کروانا ہے اس منصب نبوت پر فائز ہونے کا اولین تقاضہ اس دعوت کے پھیلاؤ کیلئے قولی و عملی جدوجہد کا آغاز کرنا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کی آخری سانس تک کوشاں رہے۔

تبلیغِ اسلام کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طریقہ کار استعمال کیے ان کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کئی لحاظ سے ضروری اور اہم ہے۔ اولاً یہ مطالعہ اس لیے ناگزیر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 23 سال کے مختصر عرصے میں نہ صرف اس نئے دین کی تبلیغ کی اور اس دعوت کو قبولیت عام حاصل ہوئی بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں اس دعوت کے بنیادی اصولوں سے مزین ایک اسلامی ریاست بھی وجود میں آئی۔ ثانیاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اختیار کردہ تبلیغی حکمتِ عملی ہر دور کے ترغیبی ابلاغ کاروں کے لیے مشعلِ راہ ہے کیوں کہ اس حکمتِ عملی کا نتیجے میں اخلاقی گراوٹ کا شکار صحرا نشین بدو ایسے مثالی انسانوں میں تبدیل ہوئے کہ جن کے اخلاق و کردار کی مثالیں آج بھی دی جاتی ہیں۔ ثالثاً یہ مطالعہ ابلاغ عامہ کے نسبتاً نئے میدانِ علم کو نئی جہتوں سے متعارف کروانے کا ذریعہ بھی ہے۔

اسلام کی تبلیغ کے دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ممکنہ دستیاب وسائل اختیار کیے وہیں حسب ضرورت انسانی ابلاغ (Human Communication) کی مختلف صورتوں کا برموقع استعمال بھی کیا۔ یہ ابلاغی صورتیں ایک فرد سے دوسرے فرد کے دو افرادی ابلاغ (Dyad Communication) سے بین الافرادی ابلاغ کی مختلف صورتوں پر مشتمل تھیں۔ حسب ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عوامی ابلاغ (Public Communication) اور بالآخر ابلاغ عامہ (Mass Communication) کی مختلف انسانی ابلاغی صورتوں (Settings of Human

(Communication) کا استعمال کیا۔

ان مختلف ابلاغی صورتوں کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکی و مدنی زندگی کے دونوں ادوار میں ابتدائے نبوت سے لے کر وصال تک کیا۔اور یہ صورتیں خفیہ و اعلانیہ دعوت کے تمام مراحل میں شامل و مستعمل رہیں۔تاہم کب کس ابلاغی صورت کا اختیار کیا جانا مؤثر رہے گا اس کا انحصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت اور حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا اور درحقیقت یہی وہ حکمتِ عملی ہے جس کی کھوج مطلوب و مقصود ہے۔یہ انسانی ابلاغ کی مختلف صورتیں کچھ یوں تھیں۔

الف۔ بین الافرادی (Interpersonal) ابلاغ

ا۔ دو افرادی ابلاغ (Dyadic Communication)

i۔ ابتدائی تین سالہ خفیہ تبلیغ

ii۔ مسافروں کو تبلیغ

iii۔ رؤسا کو تبلیغ

۲۔ چھوٹے اور بڑے گروہوں (Small and Large Group) سے ابلاغ

i۔دعوت وضیافت کے اہتمام کے ذریعے تبلیغ

ii۔مجالس کو تبلیغ

iii۔قافلوں کو تبلیغ

iv۔قبائل کو تبلیغ

ب۔ عوامی ابلاغ (Public Communication)

i۔عوامی تبلیغ بہ صورتِ اعلان

ج۔ ابلاغِ عامہ (Mass Communication)

i۔دعاۃ اور مبلغین کی روانگی کے ذریعے تبلیغ

ii۔قاصدوں،سفیروں کے ذریعے بین الاقوامی تبلیغ

iii۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ابلاغ عامہ

الف۔ دو افرادی ابلاغ (Dyad Communication)

بین الافرادی ابلاغ افراد کے درمیان مشینی اعانت کے بغیر کیا جانے والا ابلاغ ہے۔ اس ابلاغ میں پیغام کا ماخذ اور وصول کنندہ ایک دوسرے سے شناسائی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے دو افرادی ابلاغ میں تعلقات زیادہ قریبی نوعیت کے ہوتے ہیں اور ماخذ کے پیش کیے جانے والے پیغام کا فہم اور اس کو قبول کیے جانے کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کار نبوت کی انجام دہی کا آغاز دو افرادی ابلاغ ہی سے کیا اور بعد میں وقتاً فوقتاً اس کا حسب ضرورت استعمال کیا۔

i۔ ابتدائی تین سالہ خفیہ تبلیغ:

مذہبی عقیدے کو متعارف کروانے اور اس کی حقانیت پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے والوں اور پیغام کے پیش کار یعنی مذہبی پیشوا کے درمیان قریبی تعلق کا ہونا ناگزیر ہے۔ جبھی مذہبی فلسفے پر اعتراضات اٹھائے بغیر محض ابلاغ کار کی ساکھ (Credibility) اور اس کے بے داغ ماضی کے پیش نظر پیغام کے ابتدائی وصول کنندگان اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

یہی معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیش آیا۔ وحیِ الٰہی کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اس تجربے کا تذکرہ اپنی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ سے کیا۔ اور انہوں نے ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھارس بندھائی

> یہ تو نہایت خوشخبری ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ بخدا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رسوا نہ ہونے دے گا۔ واللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بات کے سچے اور امانتدار ہیں۔ آڑے وقت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور مصائب وحوادث پر صبر کرتے ہیں"۔ (طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۳ء، ص ۸۳)

حضرت خدیجہؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ کردار و مزاج کی تصدیق دراصل وحی الٰہی پر ایمان لانا ہی تھا۔ اس طرح پیغام ربانی پر ایمان لانے والی پہلی شخصیت حضرت خدیجہؓ تھی۔ عورتوں میں

اولین قبولیت اسلام کے بعد مردوں میں اس سچائی سے فیض یاب ہونے والوں میں تین نام گنوائے جاتے ہیں۔حضرت علیؓ،حضرت ابوبکرؓصدیق،اور حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔(ایضاً،ص ۳۹)

یہ فطری اصول ہے کہ اصلاح کا آغاز گھر اور قریبی لوگوں سے ہوتا ہے لہٰذا یہ چاروں افراد تعلق قربت کے سبب اول تصدیق کنندگان کہلائے۔لہٰذا اولین پیروکاروں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اپنے تعلقِ خاطر کے باعث اولیتِ قبول اسلام حاصل ہوئی۔

اولین چاروں پیروکاروں کی حمایت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغی سرگرمی کے آغاز کا ایک حوصلہ عطا کیا۔تاہم ابتدائی تین سالوں تک تبلیغی مساعی کو خفیہ(Secret) وپوشیدہ(Hidden) رکھا گیا۔ان تین سالوں میں دعوت دین کا یہ عمل بظاہر سست رفتاری سے جاری رہا لیکن اس کا ایک اہم نکتہ اس دعوت کا بین الافرادی(Intrpersonally) طور پر فروغ ہے اس مرحلے میں وہی لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ابتدائی پیروکاروں کے اثر سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے جو داعیوں(Preachers) کے اعلیٰ کردار سے آگاہ ومعترف تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک ایک فرد سے علاحدہ علاحدہ مل کر ان کے سامنے دعوتِ دین پیش کرتے اور اس کام کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرتے جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ وہ دعوتِ حق کو سننے اور اسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اور انفرادی دعوت کا یہ مرحلہ اس قدر خفیہ رہا کہ ابتدائی اہل ایمان اپنے علاوہ حلقۂ اسلام میں شامل ہونے والے دوسرے افراد کے متعلق علم نہیں رکھتے تھے۔نہ انھیں شناخت کرسکتے تھے اور نہ ہی ان کی تعداد سے آشنا تھے۔(پانی پتی،۱۹۶۲ء،ص ۴۰) خفیہ دعوت کی کامیابی میں بین الافرادی ابلاغ اور اثر (Influence) کا ہاتھ تھا۔جس سے متاثر ہو کر کم وبیش چالیس افراد پر مشتمل ایک جماعت تیار ہوگئی۔جس میں مردوں،غلاموں کے ساتھ خواتین بھی شامل تھیں۔

ii۔ مسافروں کو انفرادی تبلیغ:

مکی زندگی کے آخری تین سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طرح سے تبلیغ اسلام کی کوششیں کیں ان میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر شہر کے باہر تشریف لے جاتے اور

جو کوئی مسافر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزرتا ہوا دکھائی دیتا اسے بڑے اعزاز و تکریم کے ساتھ اپنے ہمراہ لاتے اس کے قیام و طعام کا انتظام کرتے اور پھر اسلام کی دعوت پیش کرتے اور ساتھ ہی اسے اللہ کا پیغام سناتے ۔(یونس،۱۹۹۲ء،ص ۱۵۱)طویل سفر سے آنے والے مسافر سے یہ حسنِ سلوک یقیناً اس کے دل پر حسنِ اخلاق کے انمٹ نقوش مرتب کرنے کا باعث بنتا ہوگا۔

iii۔ روساکو تبلیغ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ حج میں کی جانے والی تبلیغ کے متعلق یہ بھی وضاحت ہے کہ "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے کہ کوئی شریف یا سردار شخص مکہ میں آیا ہے اس سے مل کر اس کو بھی دعوت اور ہدایت فرماتے" (ابن ہشام، جلد اول،۱۹۹۴ء، ص ص ۲۸۳ تا ۲۸۴)

اس ضمن میں ابن اسحاق کی روایت سوید بن صامت کو دی جانے والی دعوتِ حق کی ہے۔سوید بن صامت، بنی عمرو بن عوف کے ایک شریف شخص تھے۔بزرگی اور شرف کے باعث یہ اپنی قوم میں " کامل " کہلاتے تھے جب یہ مکہ حج یا عمرہ کے ارادے سے آئے تو ان کی آمد کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور دعوت دین پیش کی، سوید نے کہا "شاید جیسی چیز کہ میرے پاس ہے ایسی ہی کوئی چیز تمہارے پاس بھی ہے" رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ "لقمان کا نصیحت نامہ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ "اس کو میرے سامنے پیش کرو" سوید نے وہ دکھایا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں یہ بھی اچھی چیز ہے مگر جو چیز میرے پاس ہے وہ اس سے بدرجہا افضل و بہتر ہے۔وہ قرآن ہے جس کو خدا نے مجھ پر نازل کیا ہے وہ ہدایت اور نور ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف سنا کر سوید کو اسلام کی دعوت دی۔سوید کو مدینہ واپس آنے کے بعد خزرج نے قتل کر دیا لیکن اس کی قوم کے افراد کا کہنا ہے کہ وہ مسلمان مرا تھا۔(ایضاً)

اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہم افراد سے بالمشافہ ملاقات کر کے اسلام کے محاسن پیش کر کے دعوت دین دیتے اور یہ کوششیں اکثر کامیابی سے ہمکنار ہوتیں۔

عمان میں قبیلہ ازد کے دو رئیس عبید اور جعفر مشہور تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو دعاۃ

ابوزید انصاریؓ اور عمرؓ بن العاص کو دعوت اسلام کا خط دے کر بھیجا جس سے وہ دونوں رئیس اسلام لائے اور ان کے زیر اثر بقیہ افراد بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ۔

۲۔ چھوٹے اور بڑے گروہوں (Small and Large Group) سے ابلاغ:

افراد کی مختلف تعداد پر مشتمل چھوٹے اور بڑے گروہوں سے کیا جانے والا ترغیبی ابلاغ کم وقت اور وسائل میں زیادہ افراد تک نہ صرف پیغام کی ترسیل کو آسان بناتا ہے ساتھ ہی گروہ کی رکنیت کے زیر اثر افراد پیغام کی وصولی پر کم وبیش یکساں نوعیت کے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں ۔ایسی صورت میں ماخذ اگر گروہ کے چند اور با اثر افراد کو قائل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بقیہ افراد میں قبولیت کے امکانات بھی روشن ہو جاتے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مختلف تعداد کے گروہوں کے سامنے پیغامِ حق پیش کیا۔

i۔ دعوت وضیافت کے اہتمام کے ذریعے تبلیغ:

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کی دعوت علی اعلان پیش کرنے نیز اپنے اقربا کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم دیا تو اس علی اعلان دعوت کے حوالے سے ایک روایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے قریبی کنبے کے لئے ضیافت کے اہتمام کی بھی موجود ہے ۔طبری کے مطابق

> "علی ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور کہا علی !اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی کنبے والوں کو ہدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ بر آں ہونے میں مجبور پاتا ہوں ۔کیوں کہ جب ان کو دعوت دوں گا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے لیکن جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تو تمہارا رب تم کو عذاب دے گا اس لئے تم آدھ سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کرو۔اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ سے بھر کر ایک کٹورا لاؤ اس کے بعد تمام بنو عبد المطلب کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو ان تک پہنچا دوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنو عبد المطلب کو جو اس زمانے میں کم و

بیش چالیس مرد تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بلا لیا ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا لانے کو کہا اور لوگوں کو بسم اللہ کہہ کر کے کھانا شروع کرنے کو کہا (جس کی تاثیر سے اتنا کم کھانا سب کے لیے کافی ہوگیا) اس (ضیافت) کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان سے گفتگو کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بولنے سے پہلے ابولہب نے کہا کہ "یہ عرصہ سے تم پر جادو کرتا رہا ہے" یہ سن کر تمام جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لفظ بھی نہیں کہا"۔ (طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۳ء، ص ۹۶)

ابولہب کی اس ہٹ دھرمی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموشی سے پی گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس روز دعوت اسلام دینا مصلحت کے خلاف سمجھا (ناصر، س ن، ص ۲۸۵) لیکن اپنے کار نبوت سے پیچھے نہیں ہٹے لہٰذا اگلے دن اسی طرح کی ایک اور ضیافت کا اہتمام کیا گیا اور سب کے کھانے سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اے بنو عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو۔ جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں، تم میں سے کون اس معاملے میں میرا ہاتھ بٹانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے۔ میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین ہو"" (طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۳ء، ص ۹۶)

طبری کی اس روایت میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں

"میں نے کہا (حالاں کہ اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا، سب سے زیادہ چھوٹی آنکھیں تھیں، پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں) اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر بنتا ہوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

میری گردن تھام کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات کو سنو اور جو کہا سے بجالاؤ" اس پر سارا مجمع ہنسنے لگا اور انہوں نے ابو طالب سے کہا سنو! تم کو حکم ہوا کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت وفرمابرداری کرو۔" (ایضاً، ص ۹۷)

علی الاعلان تبلیغ اور اپنے اقربا کو ڈرانے کی یہ کوششیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقل جاری رکھیں اور پیغام کے مشتملات اور ترغیبات کو بدل بدل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعزہ کو ڈراتے رہے۔ ایک روز، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح اپنے کنبے کو جمع کیا اور کہا

"اے کعب بن لوی کی اولاد، اپنے آپ کو النار سے بچاؤ! اے مرہ بن کعب کی اولاد اپنے آپ کو النار سے بچاؤ، اے عبد مناف کی اولاد اپنے آپ کو النار سے بچاؤ، اے عبدالمطلب کی اولاد اپنے آپ کو النار سے بچاؤ اے، فاطمہ! اپنی جان کو النار سے بچاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تمہارے متعلق کوئی اختیار نہیں ہے، البتہ مجھ پر تمہاری قرابت داری کا حق ہے اور میں قرابت داری کا حق ادا کرتا ہوں" ۔ (ناصر، س ن، ص ۲۸۶)

قریش کی قبائلی حمیت کے پیش نظر ان کے قبائل کو فرداً فرداً مخاطب کرنا توجہ کے حصول اور پیغام کے وصول کئے جانے کا ایک ذریعہ تھا۔ اسی طرح تمام اعزہ کے خاندانوں کو پکارنے کے بعد اپنی عزیز ترین بیٹی کو نام لے کر مخاطب کرنا ۔ اللہ کے ہاں بچاؤ اور سفارش کے ضمن میں اپنی انتہا درجے کی بے بسی کو ظاہر کرتا ہے کہ وقت کا اتنا بڑا پیغمبر ایمان وعمل کے بغیر اپنی عزیز ترین اولاد کو بھی قہر خداوندی سے بچانے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ (یہ الگ بات کہ آگے چل کر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کرنے کے ساتھ گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنے کی نعمت سے بھی نوازا۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان تبلیغ کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسا کہ ذکر ہوا یکے بعد دیگرے دو ضیافتوں کا اہتمام کر کے اپنے قبیلے یعنی قریش کے سربرآوردہ افراد کو مدعو کیا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کٹر مشرک چچا ابو لہب نے ان دونوں ضیافتوں کو نہایت

ڈھٹائی سے آج کی اصطلاح میں سبوتاژ کر دیا۔

ii۔ مجالس کو تبلیغ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سب سے موثر ذریعہ ابلاغ بین الافرادی ابلاغ ہی تھا۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ہر قسم کا استعمال موقع محل کے مطابق کیا اور دعوت دین پیش کی۔

عربوں میں گروہ کی صورت میں بیٹھ کر مجالس میں گفتگو کا رواج عام تھا۔ یہ مجالس کسی خاص مقصد کے تحت بھی منعقد ہوتیں اور کبھی محض تبادلۂ خیال کے لیے مل بیٹھتے تھے۔ان مجالس میں چوں کہ عرب گروہ کی صورت میں مجتمع ہوتے لہٰذا ان میں دعوت دین کی پیشکش افراد کی زیادہ تعداد کو متوجہ کرنے کا باعث بنتی۔ کسی گروہ کو پیغام دینا دوافرادی ابلاغ (Dyadic Communication) کے مقابلے میں کئی لحاظ سے موثر رہتا ہے۔مثلاً گروہ کی اکثریت اگر کسی رائے پر اتفاق کر لے تو بقیہ افراد کو بھی اتفاق پر مجبور کرنا آسان ہوتا ہے کیوں کہ ایک فرد اپنے گروہ کی رکنیت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی اکثریت کے فیصلوں کو قبول کر لیتا ہے اسی طرح گروہ میں موجود افراد کی گفتگو میں شرکت آسان ہوتی ہے۔اسی طرح ایک گروہ اپنے رہنما کی حیثیت و اختیار سے بھی متاثر ہو کر کچھ رویوں کو اپنا لیتا ہے۔(ایڈلر اور راڈمین، ۱۹۹۷ء،ص ۶)

انھی فوائد کا ادراک کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکیمانہ تدبر کے تحت قریش کو ان کی مجالس میں جا کر اسلام کی دعوت دی۔صحیح بخاری میں ایسی ہی ایک مجلس کو دی جانے والی دعوت کا احوال کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ

> اسامہ بن زید نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کی (بنی ہوئی) چادر پڑی تھی اور اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد بن عبادہ کو پوچھنے گئے (جو بیمار تھے) بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں، یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔راستے میں ایک مجلس پر سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول (مشہور منافق) بیٹھا تھا۔اس وقت تک عبداللہ بن ابی

(ظاہر میں بھی) مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس مجلس میں سب قسم کے لوگ تھے کچھ مسلمان ، کچھ مشرک، بت پرست، کچھ یہودی اس مجلس میں عبداللہ بن رواحہ (مشہور صحابی) بھی تھے۔ جب گدھے کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی (یعنی سواری مبارک قریب آن پہنچی) تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانک لی اور کہنے لگا اجی ہم پر گرد مت اڑاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس والوں کو سلام کیا اور ٹھہر گئے۔ پھر گدھے سے اترے ان مجلس والوں کو اللہ کی طرف بلایا (اسلام کی دعوت دی)۔ ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس وقت عبداللہ بن ابی کہنے لگا۔ بھلے آدمی تیرا کلام بہت اچھا ہے۔ اگر سچ ہے تو بھی ہم کو ہماری مجلسوں میں مت سنا اپنے ٹھکانے جا۔ اور جو تیرے پاس آئے اس کو یہ قصے سنا۔ عبداللہ بن رواحہ (جو پہلے ہی مسلمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار تھے) کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہماری ہر ایک مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لایا کیجئے ہم کو یہ بہت اچھا لگتا ہے اس گفتگو پر مسلمان اور مشرک اور یہودی لوگوں میں گالی گلوچ شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر اٹھ کھڑے ہوں (یعنی حملہ کر بیٹھیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دھیما کر رہے تھے (سمجھا رہے تھے لڑو نہیں) آخر وہ خاموش ہو گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے گئے۔ (بخاری، جلد دوم، ۱۹۸۵، ص ص ۸۱۷ تا ۸۱۸)

مجالس میں جا کر دعوت اسلام کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی مجالس تعلیم وتربیت کا اہم ذریعہ تھیں ان مجالس کا احوال نعیم صدیقی نے کچھ یوں بیان کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت تھی اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متعلق موضوع نہ چھیڑتے بل کہ جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شامل ہو جاتے۔ چنانچہ نماز صبح کے بعد مجلس رہتی اور اس میں صحابہ سے خوب باتیں ہوتیں۔ جاہلیت کے قصے چھڑ جاتے

اور ان پر خوب ہنسی بھی ہوتی۔ صحابہ شعر بھی پڑھتے۔ جس موضوع سے اہل مجلس کے چہروں سے اکتانے کا اثر محسوس ہوتا اسے بدل دیتے۔ ایک ایک فرد مجلس پر توجہ فرماتے تا کہ کوئی یہ نہ محسوس کرے کہ کسی کو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوقیت دی ہے۔ دوران تکلم کوئی شخص غیر متعلق سوال چھیڑ دیتا تو اسے نظر انداز کر کے گفتگو جاری رکھتے اور سلسلہ پورا کر کے پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ خطاب کرنے والے کی جانب سے اس وقت تک رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیر لیتا۔ کان میں کوئی سرگوشی کرتا تو جب تک وہ پوری بات کر کے منہ نہ ہٹا لیتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اپنا سر اسی کی طرف جھکائے رکھتے کسی کی بات کو کبھی نہ کاٹتے۔ الا یہ کہ حق کے خلاف ہو۔ اس صورت میں یا تو ٹوک دیتے یا چہرے پر ناگواری آجاتی یا اٹھ کر چلے جاتے۔ ناپسند تھا کہ کھڑے کھڑے کوئی اہم بحث چھیڑ دی جائے ناپسندیدہ باتوں سے یا تو اعراض فرماتے ورنہ گرفت کرنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ براہ راست نام لے کر ذکر نہ کرتے، بل کہ عوامی انداز میں اشارہ کرتے یا جامع طور پر نصیحت کر دیتے۔ (صدیقی، ۱۹۸۲ء، ص ۲۷)

مذکورہ اقتباس ایک مؤثر اور ترغیبی ابلاغ کی تمام ضروری مقتضیات اور ان تکنیکات کی نشان دہی کر رہا ہے جن کا استعمال آج بھی اتنا ہی مؤثر ہوگا جتنا کہ اس زمانے میں رہا۔

iii قافلوں کو تبلیغ:

جزیرہ نما عرب کے افراد کا عام پیشہ تجارت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تجارت کی غرض سے عرب قافلوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قافلوں کی خصوصیت سے فکر میں رہا کرتے تھے۔ جب سنتے کہ کوئی قافلہ مال تجارت لے کر مکہ آ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مکے میں داخل ہونے سے قبل جا کر ملتے اور تبلیغ کرتے (پانی پتی، ۱۹۶۲ء، ص ۶)

عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ حج کے زمانے میں ماہ شوال میں ایک ماہ تک عکاظ میں قیام کرتے تھے

پھر مجنہ بازار میں آتے ۔بیس دن قیام کے بعد بازارذوالمجاز جانے کے بعد بقیہ ایام حج کے لیے وقف تھے ۔ اسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائل کا دورہ کر کے انھیں دعوتِ اسلام پیش کرتے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک ڈیرے اور ایک ایک خیمے میں جا کر دعوت اسلام پیش کرتے اورانہیں بتاتے کہ

"میں اللہ کی طرف سے سفیرِ اعظم اور رسول ہوں مجھ پر ایمان لاؤ اور میری تصدیق کرو، لوگوں سے میری حفاظت کرو تا کہ میں اللہ کے پیغام کو کھول کر بیان کر سکوں" (یونس، ۱۹۹۶ء، ص ص ۱۵۵ تا ۱۵۶)

iv۔ قبائل کو تبلیغ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعتِ دین کے لیے قبائل کے مختلف تعداد پر مبنی گروہوں سے مل کر دعوت دین پیش کی ۔عرب کے بدووانہ زندگی میں قبائل کی اہمیت مسلمہ تھی ۔عہد جاہلی سے قبائلی حمیت وغیریت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۔قبائل کی صورت میں زندگی بسر کرنے میں ان کو کئی طرح کے فوائد حاصل ہوتے تھے ۔یہی وجہ تھی کہ قبیلے کے سردار کی سرکردگی میں بسر کی جانے والی زندگی میں زیادہ عافیت تھی ۔ عربوں کی عادات واطوار کا بہ خوبی علم رکھنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعتِ دین کے لیے قبائل کو دعوت اسلام دینے کی حکمت عملی کو اختیار کرنا مناسب سمجھا ۔اس طرزِ عمل کے دو بنیادی ثمرات حاصل ہوئے اولاً صرف قبیلے کے سردار کو پیش کی جانے والی دعوت اس بات کی ضمانت تھی کہ مذکورہ پیغام دیگر افراد تک خود بہ خود پہنچ جاتا یعنی کم وسائل کو بروئے کار لا کر پیغام کی زیادہ افراد تک رسائی ہو جاتی ۔ثانیاً اگر قبیلے کا سردار اس پیغام کی حقانیت کا معترف ہو جائے تو وہ بہ حیثیت رائے عامہ کے رہنما (Opinion Leader) کے کثیر تعداد میں اپنے زیرِ اثر معتقدین کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی اہلیت رکھتا تھا ۔اس طرح یہاں قبیلے کا سردار ہی بہ طور ذریعہ ابلاغ کام کر رہا تھا ۔اس طرح قبائل کو دی جانے والی دعوت کی نوعیت تین مختلف طرح کی تھی ۔

الف ۔حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبائل کے پاس جا کر تبلیغ کرنا

ب ۔مختلف قبائل کا مدینے آ کر اسلام قبول کرنا

ج ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختلف قبائل کے طرف مبلغین کا روانہ کرنا

الف۔ حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبائل کو تبلیغ:

ابتداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موقع پر مختلف قبائل کے پاس جا کر دعوت اسلام پیش کی ۔ان قبائل کو دی جانے والی دعوتِ حق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف پیرائے اختیار کیے ۔ ابن اسحاق کے مطابق قبیلہ کندہ کو دعوت اسلام دینے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی کلب کے پاس آئے جن کو بنی عبداللہ بھی کہتے تھے تو آپ صلی اللہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا

"اے بنی عبداللہ !تمہارے باپ کا نام اللہ تعالیٰ نے کیسا اچھا رکھا ہے تم میری رسالت کا اقرار کرو" (ابن ہشام، جلد اول،۱۹۹۴،ص۲۸۲)

یعنی قبیلے کی دینی غیرت کو جگاتے ہوئے اسے اس کے نام کے معنی باور کرواتے ہوئے دعوت دی گئی تا کہ انھیں اندازہ ہو سکے کہ ان کو نام کی حد تک اللہ تعالیٰ سے قرب پہلے ہی حاصل ہے لہٰذا وہ اسلام کی دعوت کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ سے بندگی کا حقیقی تعلق جوڑ لیں ۔گویا سادہ لوح بدوؤں کے لیے پیغام کی تشکیل ان کے مزاج کے مطابق ہی کی گئی ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام حج میں جن قبائل کو دعوت دی ۔تاریخ ابن خلدون میں ان کے ناموں کی صراحت موجود ہے ۔"ان میں بنو عامر بن صعصو (مضر سے)اور بنو شیبان و بنو حنیفہ (ربیعہ سے (اور کندہ احقان سے)اور کلب قضا سے)وغیرہ قبائل عرب شامل تھے" ۔(ابن خلدون، حصہ اول،۱۹۸۱،ص۵۴)

ابتداً جن قبائل کو دعوت دی گئی ان کی طرف سے خاطر خواہ مثبت روعمل سامنے نہیں آیا ۔اور انھوں نے دعوتِ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائلِ عرب میں اشاعت اسلام کے لیے جو حکمت عملی اختیار کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین بھی اسی کو اختیار کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی مساعی کو ناکام بنانے کے لیے کوشاں رہتے ۔قریش حج کے زمانے کی آمد کے ساتھ ہی عام گزرگاہوں اور شاہراہوں کے سروں اور ناکوں پر خیمے لگاتے اور ان سے کہتے کہ "ہمارے شہر میں ایک بدعقیدہ شخص پیدا ہوا ہے، جو ہمارے معبودوں کی مذمت و توہین کرتا ہے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کو برا کہتا ہے" (یونس،۱۹۹۶،ص۱۵۶)

اسی طرح ابن اسحاق نے ربیعہ بن عباد سے روایت کی ہے

ربیعہ بن عباد اپنے باپ کے ساتھ حج کے لیے گئے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبائل عرب کو منیٰ میں دعوت دین دیتے ہوئے دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کر چکے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سے بولا جو آنکھ سے بھینگا اور عدن کا خلہ پہنے ہوئے تھا۔اس نے کہا کہ "اے بنی فلاں یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ لات اور عزیٰ کے بت اپنی گردنوں سے نکال کر پھینک دو۔۔۔پس اس بدعت اور گمراہی کو جس کی طرف یہ تم کو بلاتا ہے ہرگز نہ مانو اور اس کی بات نہ سنو۔ربیعہ نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا تو وہ بولے کہ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔(ابن ہشام، جلد اول، ص ۲۸۲)

حج کے موقع پر دی جانے والی دعوت کو حاصل ہونے والے نتائج کے ضمن میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ دعوت عام طور پر ناکامی سے دوچار ہوئی کیوں کہ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب اور ان کے ساتھ دوسرے چچا ابوجہل کو اس دعوت کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھتے تو ان کا فوری ردعمل یہ ہوتا کہ جس شخص کے اہل وعیال اور کنبے والے اس کی پیروی نہیں کررہے تو ہم کیوں کریں۔لہٰذا حج کے موقع (کم و بیش دس سالوں تک) پر دی جانے والی اس دعوت کے نتائج امید افزا نہیں نکلے۔

حج کے موقع پر قبائل کو دی جانے والی یہ دعوت مکے میں تو بہ ظاہر ناکامی کا شکار رہی اوس وخزرج کے انصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کردہ دعوت دین پر ایمان لے آئے۔اس دعوت دین کے وقت یہ افراد حج سے فارغ ہو کر بال منڈھا رہے تھے تاہم چھ یا آٹھ (ابن سعد، حصہ اول، ۱۹۸۴، ص ص ۲۸۴ تا ۲۸۹) افراد اس پر ایمان لائے۔دعوت کی کامیابی کا ایک اثر یہ ہوا کہ ان انصار مدینہ نے مدینے جا کر تبلیغ اسلام کا آغاز کیا اور اگلے سال زیادہ تعداد میں انصار مکے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ افراد کو اپنا نقیب مقرر کر کے مدینے واپس بھیجا۔

ب ۔مختلف قبائل کا مدینے آکر قبول اسلام کا اظہار کرنا:

قبائل عرب کو کی جانے والی تبلیغ کی دوسری قسم مدینہ منورہ آکر اسلام کی دعوت قبول کرنے والے قبائل کی تھی کتب سیر میں ان کے لیے "وفود" عرب مستعمل ہے۔

ان قبائل کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں قریش کے انجام کا انتظار کر رہے تھے کیوں کہ وہ قریش کے خوف و رعب کے پیش نظر قبولیت اسلام کے اعلان سے ڈرتے تھے۔ثقیف کی ایک سفارت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ تبلیغ کے متعلق صراحت ہے کہ

> آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے نماز عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لے جاتے اور کھڑے کھڑے ان سے باتیں کرتے۔ زیادہ تر مکہ میں قریش کے ہاتھ سے جو اذیتیں اٹھائی تھیں ان کو بیان فرماتے، مدینے میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان کا بھی تذکرہ فرماتے بالآخر ان لوگوں نے اسلام پر آمادگی ظاہر کی لیکن چند شرطیں رکھیں۔ان میں سے کچھ تو اسلامی تعلیمات سے متصادم تھیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کر دیا تاہم بعض میں نرمی کی۔(نعمانی، جلد دوم، ۲۰۰۲ء، ص ص ۲۳ تا ۲۴)

۹ ہجری کو بالخصوص عام الوفود یعنی وفود کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد سب سے زیادہ وفود اسی سال مدینے آئے۔شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (۱۹۶۲ء، ص ص ۲۹۷ تا ۳۲۰) نے قبائل اور دیگر علاقوں کی طرف سے آنے والے وفود کی کل تعداد اکہتر (۷۱) بتائی ہے ابن اسحاق (ابن ہشام، جلد دوم، ۱۹۹۴ء، ص ص ۳۶۰ تا ۳۸۴) نے پندرہ (۱۵) اور ابن سعد نے ستر (۷۰) وفود کا تذکرہ کیا ہے (وفود کی ان تعداد کا تذکرہ شبلی نعمانی (۲۰۰۲ء، جلد دوم، ص ۲۴) نے کیا ہے)

غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی فتح اور بالخصوص فتح مکہ کے بعد وہ نڈر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر شرف بہ اسلام ہوئے۔ان قبائل عرب کی تفصیل کچھ یوں ہے۔(یہ تفصیل علامہ شبلی

نعمانی کی کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد دوم (نعمانی، ۲۰۰۲ء ص ص ۱۲ تا ۱۴) اور شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (۱۹۶۲ء ص ص ۱۹۷ تا ۲۰۶ اور ۲۹۷ تا ۳۲۷) کی کتاب تاریخ اشاعت اسلام سے ماخوذ ہے)

۱۔ قبیلہ مضر:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے والا یہ پہلا قبیلہ تھا اس کی شاخ مزینہ کے چار سو افراد بیک وقت حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔

۲۔ قبیلہ سعد:

قبیلہ سعد نے اسلام سے واقفیت کے لیے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جنھوں نے سخت اور درشت لہجے میں چند سوالات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت محبت اور نرمی سے ان کے جوابات عنایت کیے جس سے متاثر ہو کر ضمام نے فوراً اسلام قبول کیا اور اس گفتگو کے تمام تر احوال کو سن کر آپ کا قبیلہ بھی اسلام لے آیا۔

۳۔ قبیلہ اشجع:۔

اس قبیلے کے مدینے آنے والے افراد کی تعداد سو اور کہیں سات سو بتائی جاتی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پہنچنے کا انتظار کرنا بھی ضروری نہ سمجھا بلکہ خود بنفس نفیس پہنچ کر ان کے سامنے دعوت دین پیش کی جس پر انھوں نے کہا کہ وہ اسلام قبول کرنے نہیں آئے بلکہ صلح اور امن کے معاہدے کے لیے آئے ہیں۔ تاہم معاہدے کی تحریر کے فوراً بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن عمل سے متاثر ہو کر سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

۴۔ بنی عبدالقیس:

اس قبیلے کے افراد بحرین سے مدینے آئے تھے۔ اس قبیلے کے افراد دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا تاہم ان لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ بحرین اور مدینے کے درمیان فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث وہ جلدی جلدی حاضر نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کچھ باتوں کی تلقین کر دیجیے جن پر ہم کاربند رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے انہیں چار باتوں کے کرنے اور چار چیزوں سے ممانعت کی تلقین کی ۔ یہ افراد دس روز تک مدینے میں مقیم رہے اور ان کے ایک فرد عبداللہ الاشج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کریم اور دینی مسائل کی تعلیم حاصل کی ۔

۵۔ قبیلہ جہینہ:

اس قبیلے کی طرف سے عبدالعزیٰ اورابو روعہ نے مدینے حاضر ہو کر قبول اسلام کی خواہش کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان کے مشرکانہ نام تبدیل کئے ۔ اور جس وادی میں یہ قبیلہ رہائش پذیر تھا اس کا نام غوی (یعنی گمراہی) تبدیل کر کے وادی رشد رکھا اس قبیلے کے افراد نے بہت جلد اسلام قبول کیا ۔ ایک فرد عمرو بن مرہ ایک بت خانے کے پجاری تھے اسلام کی دعوت حق سے متاثر ہو کر انھوں نے بت خانے کو آگ لگا دی اور بت کو توڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دل کی سچائی سے خوش ہو کر انھیں اپنے قبیلے کے لیے بطور مبلغ روانہ کیا جن کی گھر گھر جا کر کی جانے والی تبلیغ سے سوائے ایک شخص کے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا ۔

۶۔ قبیلہ اسلم اور غفار:

قبیلہ غفار حضرت ابو ذر کی دعوت پر ایمان لے آیا تھا بقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینے آمد کے بعد اسلام لے آئے عمیرہ بن افصٰی کی سرکردگی میں ان کے کئی افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام کی قبولیت کا اعلان کیا ۔

۷۔ قبیلہ خشینی:

اس قبیلے کے افراد نے غزوۂ خیبر کے وقت ابوثعلبہ الخشنی کی قیادت میں مدینے آ کر اسلام قبول کیا اور فوراً ہی خیبر کی مہم پر روانہ ہو گئے ۔

۸۔ بنوتمیم:

بنوتمیم کے وفد میں قبیلے کے بڑے بڑے روساء مثلاً اقرع بن حابس زبرقان، عمرو بن الاہتم، نعیم بن یزید اور عیینہ بن حصن فزاری شامل تھے ۔ گو ان کی آمد کا مقصد اظہار اسلام تھا لیکن یہ بہت شان وشوکت

سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم مفاخرہ کرنا چاہتے ہیں۔(مفاخرہ عربوں میں رائج قدیم فن تھا جس میں قبیلے کے خطیب اور شعراء قبیلے کی شان میں فصاحت و بلاغت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اور جس کا کلام زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا وہ مفاخرہ جیت جاتا تھا) بنوتمیم کی طرف سے مشہور خطیب عطارد ابن حاجب نے قوم کے مفاخرہ پر تقریر کی اس کا جواب دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس کو اشارہ کیا جنھوں نے عطارد کی تقریر کا مؤثر جواب دیا۔ تقریروں کے بعد بنوتمیم کے شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا مسلمانوں کی طرف سے شاعرِ اسلام، حسان بن ثابت نے برجستہ جواب دیا۔ دونوں جانب کے مفاخرے کا فیصلہ اقرع بن حابسؓ نے کیا۔ آخر اسفارت نے اقرار کیا کہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب و شاعر، ان سے بہتر ہیں۔ مفاخرے کے اختتام پر سب نے اسلام قبول کیا۔

۹۔ **اشعریین:**

یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سن کر ۵۳، افراد ہجرتِ مدینہ کے ارادے سے جہاز پر سوار ہوئے لیکن ہوا کے زیر اثر حبش پہنچ گئے جہاں سے جعفر طیارؓ انھیں لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

۱۰۔ **بنواسد:**

تفاخر کا احساس اس قبیلے میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ لہٰذا ان کی سفارت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان کے لہجہ میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا۔ اس پر سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی۔

۱۱۔ **قبیلہ طے:**

یہ یمن کا ایک مشہور قبیلہ تھا۔ اس کے رئیس حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم تھے۔ وہ ۹ ہجری میں چند رؤسا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر اسلام لے آئے۔

۱۲۔ **بنوفزارہ:**

یہ ایک زور آور قبیلہ تھا اس قبیلے نے ۹ ہجری میں اپنے وفد کو بھیج کر اسلام قبول کیا۔

۱۳۔ بنو عامر:

بنو عامر قبیلہ قیس بن عیلان کی شاخ تھا۔اس کے تین رئیسوں، عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمٰی، میں سے اوالذکر دو شر کی نیت یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی نیت سے حاضر ہوئے تھے تاہم جبار بن سلمٰی اور ان کے ساتھی اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے۔عامر اور اربد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکومت اور جانشینی کا مطالبہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے شر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچایا اور دونوں ہلاک ہوئے تاہم جبار اور ان کے ساتھی اسلام کی روشنی سے منور ہوئے۔

ج۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختلف قبائل کے طرف مبلغین کو بھیجنا:

تبلیغِ اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف قبائل کی جانب مبلغین کو بھی روانہ کیا۔تبلیغ دین کے لیے قبائل کو ہدف بنانے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اگر قبیلے کا سردار اسلام کی دعوت سے متاثر ہو جائے تو بقیہ قبیلے کے قبولیت دین میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف علاقوں کے ساتھ مختلف قبائل کی جانب بھی مبلغینِ اسلام کو روانہ کیا۔جس سے اس دعوت میں ابلاغ عامہ کا رنگ بھی شامل ہو گیا۔قبائل کی طرف مبلغین کا مختصر احوال کچھ یوں ہے۔

۱۔ بنو ثعلبہ:

ربیع الآخر ۶ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس مبلغین کو محمدؓ بن مسلمہ کی سرکردگی میں بنو ثعلبہ بھیجا لیکن سوائے محمد بن مسلمہ کے تمام افراد کو شہید کر دیا گیا۔محمدؓ بن مسلمہ بھی شدید زخمی ہوئے۔

۲۔ بنی کعب:۔

شعبان ۶ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بنی کعب کی طرف روانہ کیا۔جن کی تبلیغ سے متاثر ہو کر قبیلے کے سردار اصبغ بن عمر وکلبی کے مسلمان ہونے سے علاقے کے کئی افراد شرف بہ اسلام ہوئے۔

۳۔ بنی سلیم:

ذی الحجہ ۷ ہجری میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی العوجاء السلمی کو بنی سلیم کی جانب روانہ کیا۔ ان کے ہمراہ پچاس افراد تھے لیکن بنی سلیم نے مبلغین اسلام کی بات سننے کے بجائے ان پر حملہ کر دیا۔ مبلغین نے بھی جواں مردی سے مقابلہ کیا تاہم اطراف کے قبائل اور افراد بنی سلیم کی اعانت کے لئے آ گئے جس کے باعث یہ تبلیغی مہم ناکام ہوگئی۔ اور مسلمان بڑی مشکل سے جان بچا کر نکل سکے۔

۴۔ بنو قضاعہ:

ربیع الاول ۸ ہجری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن کعب انصاری الغفاری کے ہمراہ پندرہ افراد کو تبلیغ مذہب کی غرض سے بنو قضاعہ کی جانب روانہ کیا۔ مگر انھوں نے منفی ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مبلغین اسلام پر حملہ کر دیا اور انھیں شہید کر دیا صرف عمرؓ زخمیوں میں پڑے رہ جانے کے باعث زندہ بچ گئے۔

۵۔ بنو جذیمہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ شوال سن ۸ ہجری میں حضرت خالدؓ بن ولید کو قبائل سلیم بن منصور اور مدلج بن مرہ کے ۳۵۰ افراد کے ساتھ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا لیکن وہ لوگ ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے اور ساتھ ہی انھوں نے اپنے قبول اسلام کے ثبوت کے طور پر کہا کہ ہم صابی ہوگئے ہیں۔ (صابی قریشیوں نے مسلمانوں کا نام رکھا تھا یعنی گمراہ) اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے جنگ کی جس میں ان کے ۹۵ افراد مارے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کشت وخون کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس فعل سے خود کو بری قرار دیا۔ (طبری، جلد اول، ۲۰۰۳ء، ص ص ۳۴۸ تا ۳۵۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بنو جذیمہ کو خون بہا ادا کرنے کے لیے بہت سا مال دے کر بھیجا حضرت علیؓ نے تمام افراد کا خون بہا ادا کیا اور رادنی سے ادنی لوٹ کے مال کی اشیاء بھی واپس کروائیں اس کے بعد بہت سا مال بچ گیا اسے بھی حضرت علیؓ نے ان میں ہی تقسیم کر دیا۔

۶۔ **بنوکلاب:**

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاول ۹ ہجری میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کو بنوکلاب تبلیغ دین کے لیے روانہ کیا لیکن مسلمانوں کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

۷۔ **قبیلہ ہمدان:۔**

۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت خالدؓ بن ولید کو اور بعد میں حضرت علیؓ کو تبلیغ اشاعت دین کے لیے روانہ کیا۔ جو حضرت علیؓ کی تبلیغ سے ایمان لے آئے۔

۸۔ **بنی حارث:۔**

یمن کے پاس نجران کا ضلع ہے یہ عیسائیت کا مرکز تھا ان کے درمیان ایک بت پرست قبیلہ بنو حارث آباد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے لئے پہلے مغیرہ بن شعبہؓ کو (عیسائیوں کے لئے) اور بعد میں خالدؓ بن ولید کو (مشرکین کے لئے) بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو نرمی اور ملائمت سے تبلیغ کرنے کی ہدایت کی اور ان کو تلقین کی کہ

> اگر وہ لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو تم پہل نہ کرنا۔ ہاں اگر وہ خود حملہ کریں تو پھر اس کا جواب دینا مگر لڑنے سے پہلے اتمام حجت کے طور پر تین مرتبہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا پھر بھی نہ مانیں تب تلوار ہاتھ میں لینا۔ (پانی پتی، ۱۹۶۲ء ص ص ۲۰۲ تا ۲۱۰) حضرت خالدؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر یہ قبیلہ ایمان لے آیا۔

ب۔ **عوامی ابلاغ (Public Communication)**

i۔ **عوامی تبلیغ بصورتِ اعلان:**

منصبِ نبوت کے عطا ہونے کے تین سال تک دعوت و تبلیغ کا سلسلہ خفیہ اور خاموشی سے چلتا رہا۔ لیکن اپنے قریبی اعزاء کو دعوت اسلام دینے کے حکم (بذریعہ سورۃ الشعراء، ۲۶:۲۱۴) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دور کے رائج اور ممکنہ ذرائع کے استعمال کے ذریعے قبائل قریش کو متوجہ کیا اس پہلی علی الاعلان دعوت کے متعلق طبری کی ابن عباس سے روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسل نے کوہِ صفا پر چڑھ کر

اپنے اعزاء کو دعوت دی (طبری، جلد اول، ۲۰۰۳ء، ص ۹۵) جبکہ اس دعوت کا احوال محمد ابن سعد نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

> ابن عباس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت: وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمایا تو آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مروہ پر چڑھ گئے "اور وہاں سے آواز دی (اور قریش کے مختلف قبائل کو نام بہ نام پکارا۔ ان میں فہر، لوی، کعب، مرہ بن کعب، کلاب، قصی، عبد مناف کی اولادیں شامل تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکارنے پر سب جمع ہو گئے) ان سب کے چلے جانے پر ابو لہب نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا یہ۔۔ تیرے سامنے ہیں۔ اب جو کہنا ہو کہو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاً فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ شہہ سواروں کا ایک دستہ ٹیلے کے اس طرف سے تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ اس پر تمام سامعین نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ آج تک تو ہم سب کا تجربہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سچ ہی بولتے رہے ہیں۔

سوال و جواب کے ذریعے حاضرین کی دلچسپی اپنے پیغام کی طرف بڑھا کر اور پھر ان تمام سے اپنی صداقت کی سند حاصل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دین ان کے سامنے ان الفاظ میں پیش کی۔

> (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا) "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان والوں کو ڈراؤں قریش میں قریب ترین تمہی لوگ ہو، میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ کسی حصے کا مالک بنا سکتا نہ آخرت سے کوئی بہرہ دلا سکتا، بجز اس صورت کے کہ تم کہو، لاالٰہ الا اللہ اس صورت میں " (ابن سعد، حصہ اول، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۱)

تین سال تک خفیہ دعوت و تبلیغ کے بعد اچانک علی الاعلان دعوت کے حکم الٰہی پر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے سر تسلیم خم کیا اور اس دور کے وصول کنندگان کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے تمام ذرائع استعمال کئے۔ اولاً پہاڑ پر چڑھ کر اہل قریش کو دعوت دینے کی حکمت کی وضاحت متین الرحمٰن مرتضیٰ نے یوں کی ہے کہ

> صفا ایک نسبتاً چھوٹی پہاڑی ہے اور اس کے پیچھے بلند و بالا پہاڑوں کی موجودگی اور سامنے اہلِ قریش کے وادی میں کھڑے ہونے سے آواز ایک بازگشت (Eco) کی صورت میں سامعین تک پہنچتی ہے۔ لہٰذا اس سے تمام لوگوں تک پیغام کے پہنچنے کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ (مرتضیٰ، ۱۹۸۷ء، ص ۲)

اسی طرح مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری بیان کرتے ہیں "اس طرح اوپر چڑھ کر آواز دینا اس وقت کے دستور کے مطابق کسی اہم مقصد کے لئے ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب لوگ جمع ہو گئے اور جو نہ آ سکا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا۔" (پھلواری، ۱۹۹۰ء، ص ۳۸)

اس کے ساتھ تمام قبائل قریش کو فرداً فرداً نام لے کر پکارنے سے پیغام کے وصول کنندگان کے اس جانب متوجہ ہونے کے امکانات میں اضافہ ہوا لہٰذا تمام کے مجتمع ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضرین سے سندِ صداقت حاصل کرنا درحقیقت انہیں یہ باور کروانا تھا کہ جب میں نے آج تک غلط بیانی سے کام نہیں لیا تو آج پہنچایا جانے والا پیغام کیسے غلط ہو سکتا ہے۔

اس ابلاغی کیفیت میں ترغیبی ابلاغ کی تمام ضروری خصوصیات موجود تھیں۔ مثلاً ترغیبی ابلاغ کار اور اس کے خصائل اپنے مخاطبین کے لئے غیر معروف نہیں تھے۔ ابلاغ کار اچانک دعوائے نبوت کے ساتھ سامنے آیا تو تھا لیکن اس دعوے سے پہلے اس کی سچائی اہلِ مکہ میں معروف اور جانی پہچانی تھی گویا ابلاغ کار کی اعتباریت (Credibility) پہلے ہی سے موجود تھی اور اصولاً وصول کنندگان کے لیے پیغام کو درست سمجھنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے تھا۔ ارسطو کے نزدیک وصول کنندگان یا پیغام کی طرح مقرر بھی ایک طاقتور عامل ہے کیوں کہ "ہم اچھے آدمیوں پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے (اس پر یقین) کرتے ہیں (ڈیتھنک ہاس، ۱۹۷۳ء)۔

اسی طرح اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کے مشتملات کا جائزہ لیا جائے تو اولاً آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اہل قریش کو اپنی قرابت کی وجہ سے خیر خواہی کا یقین دلایا اور ثانیاً اللہ تعالیٰ کو یکتا نہ ماننے کی صورت میں قرابت اور تمام تر خیر خواہانہ جذبات کے باوجود آخرت میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ثالثاً اس حکم کی عدمِ تعمیل (Non Compliance) پر ہولناک نتائج سے خبردار کیا۔

ابن سعد کے مطابق ابولہب نے یہ سن کر کہا۔ "تبا لک فلھذا دعوتنا" تو خسارے میں رہے، کیا اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو بلایا تھا؟ (ابن سعد، حصہ اول، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۲)

اس پہلی دعوت کی پیشکش پر حاصل ہونے والا ردعمل منفی بازگیری (Negative Feed Back) کی صورت میں سامنے آیا اور وہ بھی قریبی اعزاء میں سے بھی بہت قریبی عزیز یعنی چچا ابولہب کی جانب سے اس دعوت کا انکار رہا۔

ج۔ ابلاغِ عامہ: (Mass Communication)

i۔ دعاۃ اور مبلغین کی روانگی کے ذریعے تبلیغ دین:

اسلام کے بین الاقوامی پھیلاؤ کیلئے جو ابلاغی حکمت عملیاں اختیار کی گئیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملاقاتیں، خطوط کی روانگی بہ ذریعہ قاصدین، دعاۃ کی روانگی، کہیں ایک اور کہیں ضرورتاً زیادہ دعاۃ کی روانگی وغیرہ شامل تھیں۔ تاہم ان دعاۃ کا انتخاب بھی ایک اہم فیصلہ تھا۔ یہ افراد اپنے کردار و عمل کے غازی ہونے کے علاوہ قرآن کے قاری و حافظ بھی ہوتے تھے۔ (نعمانی، جلد دوم، ۲۰۰۲ء، ص ۱۸ تا ۲۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین کے لئے مختلف افراد اور تبلیغی جماعتوں کو عرب کے طول و عرض میں اور بیرون ملک روانہ کیا۔ مبلغین اسلام میں اول مبلغ حضرت ابوبکرؓ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی دعوت کے زیر اثر ابتدائی تبدیل کاروں (Converts) کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ تاہم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اسلام کا مبلغ اول بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے باقاعدہ تبلیغ دین کے لیے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ (پانی پتی، ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ میں علامہ حضرمیؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے بحرین بھیجا یہاں اس وقت منذر بن ساوی گورنر تھا اس کے ساتھ بقیہ افراد بھی مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح بحرین کے علاقے ہجر میں ایرانی گورنر سیخت نامۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر

اسلام لایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے ہجرت کرنے سے قبل بیعتِ عقبہ ثانی کے بعد اوس اور خزرج سے ۱۲ نقیب مقرر کرنے کے لیے کہا جس پر ۹ خزرج سے اور ۳ اوس سے منتخب ہوئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نقیبوں سے فرمایا

"تم اپنی قوم کے وعدوں کے اس طرح کفیل ہو جس طرح حواری عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے اور اپنی قوم کا کفیل میں ہوں۔ انھوں نے کہا اچھی بات ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں" (طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۴)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علامہ شبلی نعمانی نے ان تبلیغی جماعتوں پر لگائے جانے والے ایک اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ جماعتیں مسلح ہوتی تھیں اس لئے اسلام پر تلوار سے پھیلنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے جب کہ حقیقتِ حال اس سے مختلف ہے کیوں کہ ان افراد کی مختصر تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا اولین مقصد دعوت وتبلیغ ہی ہوتا تھا اسلحہ عرب کے قبائلی مزاج کی وجہ سے حفاظت کے پیش نظر ساتھ رکھا جاتا تھا (نعمانی، جلد دوم، ۲۰۰۲ء، ص ۱۶)۔

مبلغین اسلام اشاعت اسلام کی غرض سے جو مسلح جماعت اطراف ملک بھیجی جاتی تھی، اس میں کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک فرد کا امتحان لیتے تھے اور سب سے زیادہ حافظ قرآن کو اس کا امیر مقرر فرماتے تھے، ترمذی کی روایت کہ مطابق

"اسی قسم کی ایک فوج کی روانگی سے پہلے ایک ایک شخص سے قرآن پڑھوا کر سنا ان میں سے ایک کم سن نوجوان نے سورۃ بقرہ اور فلاں فلاں سورتوں کے یاد ہونے کا بتایا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تم ہی اب سب کے امیر ہو۔" (ایضاً ص ص ۱۶ تا ۱۷)

اسی طرح کے ایک اور امتحان کا احوال تفسیر ابنِ کثیر میں کچھ یوں درج ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کی جانب بھیجا تو دریافت

کیا کہ حکم کس طرح دو گے؟ انھوں نے جواب دیا کتاب اللہ سے، فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ کہا اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ کہا اب اجتہاد کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب سن کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے۔ (ابن کثیر، جلد اول، س ن، ص ۲۰)

اسلامی ریاست کے زیر تسلط مختلف مما لک میں زکوٰۃ اور جزیے کی وصولی کے لئے جو عمال بھیجے جاتے تھے ان کا انتخاب بھی زہد اور پاکیزگی کی بنیاد پر کیا جاتا ان کے ساتھ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے تا کہ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام پا سکے۔

تین طرح کے داعی اور مبلغین کا تذکرہ کتب سیر میں موجود ہے۔

i. عمال کے ساتھ واعظوں کی روانگی

ii. خالصتاً اشاعت اسلام کے لئے دعاۃ کی روانگی

iii. روسائے قبائل کا اسلامی تعلیمات کو سیکھ کر واپس اپنے قبائل روانگی

ان تینوں قسم کے ادعاء و مبلغین کا احوال کچھ یوں تھا۔ (نعمانی ۲۰۰۲، ص ص ۱۷ تا ۱۸)

i۔ مسلمانوں کے زیر اثر مما لک میں زکوٰۃ اور جزیہ کے وصولی کے لیے عمال بھیجے جاتے تھے۔ ان کا تقدس، زہد اور پاکیزگی مسلمہ تھی۔ ان کے ساتھ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے اور اس لیے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔ ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام	مقام	کیفیت
مہاجر بن ابی امیہ	صنعاء یمن	حضرت ام سلمہؓ (زوجہ نبوی) کے بھائی تھے
زیادؓ بن لبید	حضر موت	یہ ان اصحابؓ میں ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔

خالدؓ بن سعید	صنعاء یمن	سابقین اولین اور مہاجرین حبش میں ہیں سب سے پہلے انہی نے کاغذات پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔
عدیؓ بن حاتم	قبیلہ طے (یمن)	مشہور صحابیؓ ہیں۔ حاتم طائی انہی کا باپ تھا۔
علاءؓ بن حضری	بحرین	
حضرت ابوموسیٰ اشعری	زبید وعدن	ان کی دعوت اسلام سے قریباً تمام لوگ مسلمان ہو گئے مشہور صاحب علم صحابیؓ ہیں۔
حضرت معاذؓ بن جبل	جند	
جریرؓ بن عبداللہ بجلی	ذوالکاع حمیری	جریر مشہور صحابیؓ ہیں ذوالکلاع حمیری یمن کے سلاطین کے خاندان سے تھے ایک موقع پر لاکھ آدمیوں نے ان کو سجدہ کیا تھا۔ جریرؓ کی دعوت پر یہ اسلام لائے تو اس کی خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کیے۔

بعض لوگ خاص اشاعت اسلام کی غرض سے بھیجے جاتے تھے تفحص سے اس قسم کے دعاۃ کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام	مقام دعوت	نام	مقام دعوت
علیؓ بن ابی طالب	قبیلہ ہمدان وجذیمہ ومذحج	خالدؓ بن ولید	اطراف مکہ
مغیرہؓ بن شعبہ	نجران	عمروؓ بن العاص	عمان
وبرؓ بن یحنس	ابنائے فارس	مہاجر بن ابوامیہ	بطرف حارث بن عبد کلال
محیصہؓ بن مسعود	فدک		شہزادۂ یمن
احنف	قبیلہ سلیم (مسند ج۵ ص۳۷۲)		

روسائے قبائل بارگاہ نبوت میں آ کر مسلمان ہو جاتے تھے اور کچھ روز یہاں قیام کر کے اپنے اپنے قبائل میں دعوت اسلام کی غرض سے واپس جاتے تھے۔ان اشخاص کے نام یہ ہیں۔

نام	مقام
طفیل بن عمرو دوس	قبیلہ دوس
عروہؓ بن مسعود	ثقیف
عامرؓ بن شہر	ہمدان
ضمامؓ بن ثعلبہ	بنو سعد
منقذؓ بن حبان	بحرین
ثمامہؓ بن اثال	اطراف نجد

ii۔ قاصدوں اور سفیروں کے ذریعے بین الاقوامی تبلیغ بذریعہ خطوط:۔

ابتدائے اسلام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر اسلامی دعوت کا بین الاقوامی پھیلاؤ بھی تھا۔یہی وجہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کے ابتدائی سالوں ہی میں مختلف ممالک مثلاً حبشہ کے بادشاہ نجاشی وغیرہ کو خطوط کے ذریعے اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی گئی تھی۔

۶ ھجری میں صلح حدیبیہ کی وجہ سے قریش مکہ کی ریشہ دوانیوں سے ملنے والے اطمینان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوتِ اسلام کے بین الاقوامی پھیلاؤ کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶ اور ۷ ھجری میں مختلف ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال کیے۔ان تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ۸ ھجری میں فتح مکہ نے اس پھیلاؤ میں مزید اضافہ کیا۔خطوط نویسی کے ذریعے دعوت دین کا یہ سلسلہ ۶ ھجری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی وفات تک جاری رہا۔طبری کے مطابق

"سلمہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ اور اپنی وفات کے درمیان میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کئی صحابہ کو

مملوک عرب اور عجم کے پاس اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے بھیجا۔'' (طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۳ء، ص ۲۹۹)

خطوط کے ذریعے اشاعتِ دین کے فریضے کی انجام دہی وہ طریقہ کار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کسی نے اختیار نہیں کیا۔ تبلیغی خطوط کی تحریر اور قاصدوں اور سفراء کے ذریعے ان کی ترسیل کا طریقہ کار تاریخِ انسانی میں صرف پیغمبر آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال کیا۔ خطوط نویسی کے ذریعے اطلاعات کی ترسیل بالخصوص جنگی ودفاعی معاملات میں ہدایات اور دشمن فوج کی جاسوسی کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل بھی عربوں میں رائج تھا۔ لیکن خطوط نویسی کے اس عمل کو تبلیغ دین کے مقصد کے لیے استعمال کرنے کی روایت صرف اور صرف پیغمبر آخر وانقلاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈالی، اسلام کی دعوت کو آفاقیت اور عالمگیریت عطا کرنے کے لیے ناگزیر تھا کہ اسے جزیرہ نما عرب کے طول وارض میں پھیلانے کی سعی کے ساتھ اس کی حدود سے باہر پہنچانے کا اہتمام بھی کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب سیاسی وثیقہ جات از عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا خلفائے راشدین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریر کردہ جن خطوط کا احوال شامل کیا ہے ان میں دعوت دین کی تبلیغ کی غرض سے لکھے گئے خطوط کی تعداد بائیس ہے۔ ان تبلیغی خطوط کو ان کے مخاطب کے لحاظ سے تین زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ بادشاہوں کو لکھے گئے تبلیغی خطوط ۲۔ قبائل کے سرداروں کو لکھے گئے تبلیغی خطوط

۳۔ متفرق لوگوں کو لکھے گئے تبلیغی خطوط

بادشاہوں میں شاہ حبش نجاشی، بادشاہ روم ھرقل، شاہ فارس مقوقس، بادشاہ سماوہ نفاثہ ابن فردہ الدئلی، حاکم بحرین، شاہان یمن وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ مختلف قبائل اور ان کے سرداروں اور رؤسا کے نام لکھے گئے خطوط میں بنی حارثہ، بنی عذرہ، بنی زہیر شامل ہیں۔ اسی طرح متفرق لوگوں کو تبلیغی مقصد کے تحت تحریر کیے گئے خطوط میں اہل یہود خیبر اور اسقف الروم (عیسائی پادری ضغاطر) (حیدرآبادی، خط نمبر ۲۹، ۱۹۶۰ء، ص ۵۳) کو لکھا گیا خط شامل ہیں۔

iii۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ابلاغ عامہ:

خطبۂ حجۃ الوداع کو حجۃ ابلاغ بھی کہا گیا ہے۔ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ مختلف مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد عرفات میں مقام نمرہ پر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر ایک خطبہ دیا۔ اس خطبے کی شان یہ ہے کہ اسے رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ بننا تھا۔ اس خطبے کی ایک اور خصوصیت ڈیڑھ لاکھ کے قریب مجمعے سے خطاب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کو مجمعے کے آخری شخص تک پہنچانے کے لئے "مکبر" تعینات کئے یہ گونج دار آواز والے اشخاص تھے جو اس میدان میں مختلف جگہ پر کھڑے تھے۔ ڈاکٹر سید اسعد گیلانی اپنی کتاب "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام" میں رقم طراز ہیں کہ

> (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) وقوف عرفات کے موقع پر جبل الرحمۃ پر چڑھ کر اپنا شہرہ آفاق خطبۂ حجۃ الوداع دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف ایسے افراد مقرر کئے گئے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ہر جملے کو مکبروں کی طرح با آواز بلند دہراتے تھے۔ اس طرح تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین اس کو بہ خوبی سن رہے تھے (گیلانی ۱۹۹۴ء، ص ۱۶۴)

نعیم صدیقی نے اس صورت حال کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے کہ "چاروں طرف مکبر کھڑے تھے جو ایک ایک جملہ کو دہراتے جاتے تھے اور اس تدبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سارے مجمعے کے کانوں تک پہنچ رہے تھے" (صدیقی، ۱۹۸۶ء، ص ۵۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطبہ نہ صرف جبل الرحمۃ پر دیا بلکہ کتب احادیث وسیر میں یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی قصواء پر بیٹھ کر دیا۔ گویا عوامی ابلاغ کے اس وقت کے مستعمل ذرائع ابلاغ کا استعمال کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت سے آشنا تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کی رسائی ڈیڑھ لاکھ افراد تک نہیں ہو سکے گی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف افراد کو بہ طور مکبر کھڑا کیا۔

ان مکبروں میں سے ایک نام کی نشان دہی تاریخِ طبری اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ہشام دونوں میں کی گئی ہے۔ طبری نے عباد سے جب کہ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے اور ربیعہ بن امیہ خلف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملوں کو بلند آواز سے سب کو سنانے کے لیے دہراتے جاتے تھے۔(طبری، جلد دوم، حصہ اول، ۲۰۰۳ء، ص ۴۰۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک جملہ علاحدہ علاحدہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کو کہتے اور وہ آگے لوگوں کو سناتے۔ ربیعہ بن امیہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے تھے ان سے خطبے کے دوران طرز تخاطب کی وضاحت ابن ہشام نے یوں کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے "لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ کون سے مہینہ ہے؟ ربیعہ لوگوں سے کہتے ۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیعہ سے فرماتے کہ ان سے کہہ دو کہ "(ابن ہشام، جلد دوم، ۱۹۹۴ء، ص ۳۸۹)

اس طرح خطبے کے تمام مندرجات مجمع میں حاضر تمام افراد تک پہنچتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ دینا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو سامعین کے سامنے پوری طرح عیاں کرنے اور حاضرین کے لحہ بہ لحہ جوابی ردعمل (Feed back) کو نوٹ کرنے کی ایک سعی تھی۔

حوالہ جات

☆ ابن خلدون، علامہ عبدالرحمن، (مارچ ۱۹۸۱)، مترجم علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی، تاریخ ابن خلدون حصہ اول، کراچی، نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ۔

☆ ابن سعد، محمد، (۱۹۸۳ء)، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، طبقات ابن سعد، حصہ اول، کراچی، نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ۔

☆ ابن کثیر، حافظ عمادالدین ابوالفدا اسمٰعیل بن عمر، (س ن)، مترجم حضرت مولانا محمد صاحب جونا گڑھی، تفسیر ابن کثیر، جلد اول، راولپنڈی، فواد نیاز، نواز پرنٹنگ پریس، جہانگیر بکس، کمیٹی چوک۔

☆ ابن ہشام، (۱۹۹۴)، ابو محمد عبدالمالک، مترجم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد اول، لاہور۔کراچی، ادارۂ اسلامیات۔

☆ القرآن، سورۃ العلق، آیات ۱تا۵

☆ بخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۵ء)، علامہ وحیدالزماں، صحیح بخاری شریف، جلد دوم، لاہور، مکتبہ رحمانیہ۔

☆ پانی پتی، شیخ محمد اسماعیل، (۱۹۶۲ء)، تاریخ اشاعت اسلام، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔

☆ پھلواروی، مولانا محمد جعفر شاہ، (۱۹۹۰)، پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔

☆ صدیقی نعیم، (۱۹۸۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - ایک نظر میں نقوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر، جلد دوم، لاہور، ادارہ فروغ اردو۔

☆ صدیقی نعیم، (۱۹۸۶ء)، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹیڈ، شاہ

عالم، مارکیٹ۔

☆ طبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، (۲۰۰۳)، تاریخِ طبری: تاریخ الامم والملوک، جلد دوم، حصہ اول، کراچی، دارالاشاعت، اُردو بازار ایم -اے جناح روڈ۔

☆ گیلانی، سید اسد، (۱۹۹۴ء)، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام، لاہور، فیروزسنز۔

☆ ناصر، نصیر احمد (س ن)، پیغمبرِ اعظم و آخرؐ، فیروزسنز پاکستان۔

☆ نعمانی علامہ شبلی، (۲۰۰۲ء)، سیرۃ النبیؐ، جلد دوم، ملتان، دارالحدیث بیرون بوھڑ گیٹ۔

☆ مرتبہ حیدرآبادی، محمد حمید اللہ، (۱۹۶۰ء)، مترجم مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، سیاسی وثیقہ جات، از عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا بہ خلافتِ راشدہ، لاہور، مجلسِ ترقی ادب نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ۔

☆ مرتضیٰ، متین الرحمٰن، (۱۹۸۷)، دعوتِ دین میں اخبارات ورسائل کا کردار، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، قومی سیمینار، ۴ تا ۵ جون ۱۹۸۷ء۔

☆ یونس، حافظ محمد، (۱۹۹۴)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفارتی نظام،، راولپنڈی، دارالفرقان، سیٹیلائیٹ ٹاؤن۔

Adler, Ronald B. & Rodman, George, (1997) , Understanding human communication, Toronto, Harcourt Brace College Publishers.

Bettinghaus, Erwin P, (1973), Persuasive

Communication, Second Edition, Michigan State University, HoH Rinehart and Winston, Inc.